بیادبہ مجلس شیخ الحدیث　　ضبط و ترتیب :- مولانا عبدالقیوم حقانی

صحبتے با اہلِ حق

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب کی مجلس میں

کبائر سے اجتناب صغائر کے عفو کا ذریعہ ہے

فرمایا۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔

ان تجتنبوا کبائر ما تنھون عنہ نکفر عنکم سیاتکم وندخلکم مدخلا کریما (النساء)

ترجمہ۔ اگر تم بچتے رہو گے ان چیزوں سے جو گناہوں میں بڑی ہیں۔ تو ہم معاف کریں گے تم سے چھوٹے گناہ تمہارے اور داخل کریں گے تم کو عزت کے مقام میں۔

حضرت شیخ الہند فرمایا کرتے تھے کہ زنا گناہ کبیرہ ہے۔ اور اس کے دواعی صغائر ہیں۔ مثلاً غیر محرم عورت سے تعلقات استوار کرنا۔ بدنظری میں مبتلا ہونا۔ غیر محرم کے پاس ہدایا و تحائف بھیجنا۔ اور گفتگو کرنا۔ اور اس کے پاس آنے جانے رہنا وغیرہ یہ سب گناہ ہیں۔ اور صغائر ہیں۔ جب انسان ان امور کو کر گذرتا ہے تو کبیرہ (زنا) تک پہنچ جاتا ہے۔ اب ایک شخص ہے۔ جسے زنا پر قدرت حاصل ہوگئی ہے۔ کوئی مانع اور رکاوٹ موجود نہیں۔ لیکن ایسی حالت میں وہ خدا کے خوف کو دل میں لاکر خود کو زنا سے روک لے۔ گویا اس نے کبیرہ سے اپنے کو محفوظ کر لیا۔ اب اس سے قبل اس نے جس قدر صغیرہ گناہ اور زنا کے دواعی کا ارتکاب کیا تھا اللہ تعالیٰ سب معاف فرمادیں گے۔ اللہ رب العزت کے ارشاد گرامی "ان تجتنبوا کبائر ما تنھون عنہ الخ کی مراد بھی یہی ہے۔

من قال انا وقع فی العنا

غرور و تکبر کا انجام ذلت و رسوائی ہوتا ہے۔ اور عجز و انکساری اور تواضع و خاکساری سے رفعت و عزت حاصل ہوتی ہے۔ من قال انا وقع فی العنا۔ جس نے کہا میں ہوں تو وہ مصیبت میں مبتلا ہوا۔ یعنی جس نے تکبر کیا اور بزعم خویش یہ سمجھنے لگے۔ کہ ہمچو من دیگرے نیست۔ "میں" سب میں بالاتر انسان ہوں۔ اپنی طاقت و کمال پر غرور و فخر کیا۔ تو یہ انسان خائب و خاسر اور ذلیل و خوار ہو کر تکالیف و مصائب میں پھنس جائے گا۔ ہندوستانی لوگ " من قال انا وقع فی العنا" کی بڑی اچھی تعبیر کرتے ہیں۔ جب کوئی کسی کے دروازے پر آجاتا ہے اور دروازہ کھٹکھٹاتا ہے۔ تو اگر گھر والا اندر سے پوچھے کون ہو؟ اور جواب میں وہ کہے کہ "میں" تو ہندوستانی کہتے ہیں " میں کے گلے چھری " وہ میں سے مراد بکری لیتے ہیں

کیونکہ بکری جب آواز نکالتی ہے تو "میں" "میں" کرتی ہے۔ غرض یہ کہ جس نے بھی دنیا میں رہ کر "میں میں" کرنا شروع کر لیا وہ عنا اور مصیبت میں پڑے گا۔

مخالفت کی طوفان میں کامیابی کی راہ فرمایا کہ ہر کام میں صبر و استقلال اور استقامت سے کام لینا چاہیئے۔ کسی نیک کام میں مخالف لوگوں کی مخالفتوں اور پروپیگنڈوں کی پرواہ کئے بغیر اپنے کام کو آگے بڑھانا چاہیئے۔ ہمارے دارالعلوم کی تو ہمیشہ یہ پالیسی رہی ہے کہ مخالف کو نہ چھیڑا جائے اور نہ اس کے ساتھ جوابی معاملہ کیا جائے۔ ہم پر مخالفتوں کے طوفان آتے ہیں لیکن ہم نے اس کی کوئی پروا نہیں کی۔ اور برابر اپنے کام میں لگے رہے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ دارالعلوم دن دگنی اور رات چگنی ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ بحمداللہ آج دارالعلوم دنیا میں ایک عظیم اسلامی مرکز سمجھا جاتا ہے اور چار دانگ عالم میں اس کا چرچا ہے۔ خدا نظر بد سے بچائے۔ آمین

حضرت تھانویؒ اور مسئلہ مثناۃ فرمایا کہ جن دنوں ہم صدرا پڑھتے تھے۔ صدرا میں مسئلہ مثناۃ[1] جو بے حد مشکل اور معرکۃ الآرا مسئلہ ہے۔ اس کے سمجھنے کے لئے ہم نے مختلف علماء کی تقاریر مطالعہ کیں۔ لیکن تشفی نہیں ہوئی۔ مگر حیرت ہوئی کہ حضرت تھانوی کی تقریر بھی موجود تھی۔ یقین نہیں آتا تھا کہ حضرت تھانویؒ نے اس مسئلہ پر بھی لکھا ہو گا۔ مگر جب غور سے مطالعہ کیا تو ہماری حیرانگی اور تحیر کی انتہا نہ رہی کہ اللہ تعالیٰ کے اس عظیم بندے نے صدرا کے مثناۃ جیسے مشکل، لاینحل اور الجھے ہوئے مسئلہ کو بھی سلجھا رکھا ہے۔

تفسیر بیان القرآن فرمایا۔ حضرت تھانویؒ کی تفسیر بیان القرآن بے نظیر تفسیر ہے انسان کو بڑی بڑی تفاسیر سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ بڑی جامع اور تحقیقی انداز میں ہے۔

---

[1] مثناۃ بالتکریر۔ کتاب صدرا میں ایک مغلق و دقیق مسئلہ ہے۔ اس مسئلہ کے اثبات پر جوہر فرد باطل ہوتا ہے اور جوہر فرد کی ابطال پر قیامت کے انکار کا توقف ہے۔

اسی طرح مثناۃ بالتکریر کے ابطال پر جوہر فرد ثابت ہوتا ہے اور جوہر فرد کے اثبات پر قیامت کا ثبوت ہوتا ہے۔ مثناۃ بالتکریر کی مثال یہ ہے کہ ایک عدد کو اپنے نفس میں ضرب دی جائے تو مربع اور اگر اس عدد کو دوسرے عدد سے ضرب دی جائے تو مسطح حاصل ہوتا ہے یعنی ۴ × ۴ = ۱۶ مربع ہے اور ۴ × ۶ = ۲۴ مسطح ہے۔ جس طرح اصل اعداد ۴، ۶ میں نسبت مثل اور سدسین کی ہے۔ اسی طرح اس کے حاصل یعنی مربع و مسطح جو ۱۶ اور ۲۴ ہے میں بھی نسبت مثل اور سدسین کی ہے بالفاظ دیگر ۲ بنسبت ۴ نصف ہے اور ۴ بنسبت ۸ بھی نصف ہے تو ان اعداد کی نسبتوں میں تثنیہ و تکرار آیا ہے اس لئے اسے مثناۃ بالتکریر کہا جاتا ہے۔ مزید تفصیل کے لئے میسر العسیر فی مبحث المثناۃ بالتکریر از مولانا عبدالحیؒ کا مطالعہ کریں۔ (ع۔ق)

بالخصوص عربی میں آپ کے حاشیہ "التکشف عن مہمات التصوف" نے تو سونے پر سہاگے کا کام کیا ہے یقیناً علم و تصوف کے بیش قیمت جواہرات ہیں۔ جو آپ نے ایک سلک میں حسن ترتیب سے پروئے ہیں۔

حضرت تھانوی کی یہ ایک امتیازی خصوصیت ہے کہ مشکل سے مشکل مواضع و مسائل کو واضح، آسان اور ایسے احسن انداز سے حل فرماتے ہیں کہ کوئی الجھن اور اشکال باقی نہیں رہتی۔

جب ہم جلالین اور بیضاوی پڑھتے تھے تو ان تفاسیر کو حل کرنے کے لئے ہم نے بیان القرآن کو کافی و شافی پایا۔ دوسری تفاسیر سے ہمیں اس قدر اطمینان و تشفی حاصل نہیں ہوتی تھی جتنی کہ بیان القرآن سے۔

حضرت تھانوی کی علمی و تصنیفی خدمات | حضرت تھانوی کی تصانیف کو دیکھ کر حیران ہوتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کس قدر علمیت اور ہمت و صلاحیت دی تھی اور اللہ تعالیٰ نے اوقات میں کس قدر برکتیں رکھ دی تھیں کہ ایک ہزار سے زائد کتابیں تصنیف کیں۔ جس میں امت کی اصلاح و فلاح کا کافی سامان موجود ہے اور علم و عمل کی تشنگی بجھانے کے لئے ایک چشمہ فیض ہے کہ لوگ سیراب ہوتے ہیں۔

آپ کا وعظ و تبلیغ اور رشد و ہدایت کے دیگر امور اور تدریسی خدمات اس پر مستزاد ہیں۔

حضرت تھانویؒ کی تصانیف کا وزن و افادیت اور عظمت و اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ بہت کم ہی ایسے مصنفین گذرے ہیں جن کی زندگی میں ان کی کتاب کو مقبولیت عامہ و خاصہ حاصل ہوئی ہو۔ مگر حضرت تھانویؒ کی تصانیف کو ان کی زندگی میں اشاعت اور بے حد مقبولیت حاصل ہوئی۔ جیسا کہ متقدمین محدثین میں ایک مثال امام بخاری کی صحیح کی ہے کہ امام بخاری کی حیات میں اس کتاب کو عام و خاص نے پسند کیا۔ بلکہ آپ سے براہ راست نوے ہزار سے ایک لاکھ تک تلامذہ نے پڑھنے کی سعادت حاصل کی اور اپنے ہاتھوں لکھی۔ اور یہ ایک بے نظیر تواتر ہے جو صرف صحیح بخاری کو حاصل ہے۔

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ اور مقبولیت عامہ | اسی طرح ہمارے دور کی عظیم شخصیت حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ صاحب ہیں۔ جن کی زندگی میں ان کی تصانیف کو عوام و خواص میں مقبولیت نصیب ہوئی۔ اور ایسی ہمہ گیر مقبولیت کہ شرقاً غرباً۔ شمالاً جنوباً دنیا کا کوئی خطہ اور آبادی ایسی نہیں جہاں تبلیغی نصاب سے استفادہ نہ کیا جاتا ہو۔ اور صرف اس ایک کتاب کو نہیں بلکہ آپ کی دوسری علمی کتابیں مثلاً کوکب الدری لامع الدراری اوجز المسالک وغیرہ بھی علماء و طلباء اور علمی حلقوں کی مقبول اور منظور کتابیں ہیں۔ پس یہ ایک درجہ و فضیلت ہے۔ جو کم ہی مصنفین کو حاصل ہوتا ہے۔